افغانستان: طالبان کا ظہورِ ثانی

مرزا محمد الیاس°

ڈونلڈ رمز فیلڈ نے امریکی وزیر خارجہ کی حیثیت سے مستعفی ہونے سے ایک ماہ پہلے یہ اعتراف کیا تھا کہ افغانستان کا تعارف مجھے بڑی قوتوں کے قبرستان کے طور پر کرایا گیا تھا۔ اس کے باوجود امریکی حکومت نے اس قبرستان میں امریکا کے لیے جگہ مختص کرانے کا فیصلہ کیا۔

افغانستان کے منظرنامے میں آج سب سے اہم تصویر طالبان کے ظہورثانی کی ہے۔ برنیٹ آر روبن' جو اقوام متحدہ کے نمایندے کے طور پر بون کانفرنس میں شریک تھے' نے افغانستان میں ناکامی کے تجزیے میں لکھا ہے کہ طالبان کے دوبارہ عروج کی ایک وجہ نااہل اور کرپٹ افغان حکومت بھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں...... ''جب تک افغانستان کی متزلزل حکومت کو وسائل اور قیادت نہیں ملتی تاکہ وہ ان علاقوں میں عمومی خوش حالی کے نتائج سامنے لاسکے' جہاں یہ مزاحمت کار موجود نہیں' اس وقت تک افغانستان میں بین الاقوامی موجودگی بالکل ایک غیرملکی قبضے کی شکل میں سامنے آتی رہے گی...... ایک ایسا قبضہ جسے آخرکار افغان مسترد کر دیں گے''۔ (فارن افیئرز' جنوری' فروری ۲۰۰۷)

یہ اعتراف تو ہر جگہ کیا جا رہا ہے کہ افغانستان کی حکومت مسلسل زلزلے کی زد میں ہے۔ طالبان نہ بھی ہوں تو شمالی اتحاد کے متحارب دھڑے ہی اس کے مسلسل حالت نزع میں رہنے کے لیے کافی ہیں۔ دوسرا اعتراف یہ کیا جا رہا ہے کہ غیرملکی موجودگی دراصل غیرملکی قبضہ ہے۔

° مدیر، ہفت روزہ ایشیا' لاہور

تیسرا اعتراف یہ بھی کیا جارہا ہے کہ افغان قوم غیرملکی قبضے کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہے۔ وہ اسے مسترد کرتی ہے۔ امریکا حقائق سے آگاہ ہے۔ وہ اس کے باوجود یہ تسلیم نہیں کررہا کہ اس کا مشن ناکام ہوچکا ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ مختصراً اس ناکامی کا حال بیان کرسکیں۔

● **آپریشن پایدار آزادی:** امریکا نے اکتوبر ۲۰۰۱ء میں آپریشن پایدار آزادی (Operation Enduring Freedom) کے نام سے افغانستان پر حملہ کیا تو اس نے اپنے بڑے بڑے مقاصد یوں بیان کیے تھے: ۱- اسامہ بن لادن کی گرفتاری یا موت ۲- القاعدہ نیٹ ورک کا مکمل خاتمہ ۳- طالبان حکومت کا خاتمہ ۴- مرکزی حکومت کا قیام۔

امریکا کے ان چار معلوم مقاصد کے علاوہ وسط ایشیا میں توانائی کے ذخائر تک رسائی' امریکا' بھارت اور افغانستان اسٹرے ٹیجک کولیشن کا قیام، چین کے خلاف اقدامات کے لیے درکار حالات کی تیاری اور پاکستان کو افغان مسئلے سے الگ تھلگ کرنا بھی اس کی حکمت عملی کا حصہ تھے۔ ایران کے ساتھ مستقبل میں کیا کرنا ہے، پاکستان کے ایٹمی توانائی کے وسائل کے لیے محفوظ راستہ کہاں سے کدھر ہوسکتا ہے، نیز جنرل پرویز مشرف کے بعد کے حالات کی ممکنہ منصوبہ بندی کس طرح سے کی جاسکتی ہے، یہ بھی اس کے وسیع تر ایجنڈے کا حصہ تھے۔ ان مقاصد میں افغانستان میں ایک مرکزی حکومت قائم کرنا ضرور شامل تھا۔ سیاسی استحکام اس ایجنڈے کا حصہ ہی نہیں تھا۔

امریکا اپنے بیان کردہ مقاصد میں کس قدر کامیاب رہا؟ امریکا نے سرکاری طور پر تسلیم کیا ہے کہ وہ افغانستان میں القاعدہ نیٹ ورک کے صرف ۲۵ فی صد کو تباہ کرنے میں کامیاب ہوسکا ہے۔ طالبان کی تباہی کا تناسب ۳۰ فی صد رہا۔ گویا اس کے اپنے اندازوں کے مطابق القاعدہ نے اپنا ۷۵ فی صد نیٹ ورک اور افرادی قوت بچالی۔ طالبان اپنے دفاع میں ۷۰ فی صد کامیاب رہے۔ امریکا کے اعداد و شمار کے اداروں اور پنٹاگان کے مطابق تقریباً ۸۰۰ افغان اور عرب مارے گئے۔ ۵۰۰ افغان اور عرب مجاہدوں کو پکڑ کر گوانتانامو بے بھیج دیا گیا۔ شمالی اتحاد کے ہاتھوں بہت بڑی تعداد میں وہ پاکستانی مارے گئے جو شریعت محمدی تحریک کے کہنے پر افغانستان گئے تھے۔ شمالی اتحاد کے ہاتھوں مارے جانے والوں میں دوسری بڑی تعداد ازبک باشندوں کی تھی۔ طالبان کا قتل عام شمالی اتحاد بھی نہ کرسکا۔ اس کی بڑی وجہ قبائل کے معاملات اور مستقبل میں نئی دشمنیوں سے

گریز کے محرکات تھے۔

اس کامیابی یا ناکامی کا دوسرا رخ یہ تھا کہ ملا محمد عمر گرفتار نہ ہوسکے۔ اسامہ بن لادن کے بارے میں علم نہ ہوسکا۔ طالبان کی بڑی تعداد پشتون آبادی میں غائب ہوگئی۔ خود افغان حکومت اور شمالی اتحاد کے وارلارڈز نے مقامی قبائلی اور سیاسی مصالح کے تحت یہ راستہ کھولا تھا کہ طالبان کمانڈر حکومت کے ساتھ مل جائیں، ہتھیار پھینک کر عام حیثیت اختیار کرلیں یا خاموشی ہی اختیار کرلیں۔ طالبان نے ان تینوں سہولتوں سے فائدہ اٹھایا اور پشتون آبادی میں ضم ہوگئے۔

امریکا کا کہنا ہے کہ اس معرکے میں جو دو ماہ جاری رہا، طالبان اور القاعدہ کے مارے جانے والے بڑے لیڈروں کی کل تعداد ۱۲ تھی۔ اس کی واحد کامیابی طالبان حکومت کا خاتمہ تھا۔ طالبان کا خاتمہ ایک الگ معرکہ تھا جو کامیاب نہ ہوسکا۔ فوجی ماہرین نے طالبان کے بارے میں اپنے تجزیوں میں ان اسباب کو بیان کیا جو ان کے بچ نکلنے کا باعث ہوئے۔ ان میں نمایاں یہ تھے:

۱- امریکا صف اول کی قیادت پر حملہ کر رہا تھا۔ دوسرے درجے کی قیادت روپوش ہوگئی۔

۲- امریکا نے طالبان کی صف میں سے حامی تلاش کرنے پر وقت ضائع کیا۔ حامی نہ مل سکے لیکن حالات کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر تحلیل ہونے والوں کی تعداد بڑھ گئی۔

۳- طالبان مخالف گروہوں کو پشتونوں کی مخالفت سے بچنے کی بھی ضرورت تھی۔ انھوں نے طالبان کو راستہ دیا۔ نسلی اور قبائلی وابستگیوں نے جو کام کیا، امریکا اس کا اندازہ نہ کرسکا۔

۴- پہلے دو ماہ کے جنگی معرکے کے بعد امریکا نے تعمیرنو سے انکار کر دیا۔ امریکی حکام نے اعلان کر دیا کہ اب دنیا تعمیرنو کرے۔ اتنی جلدی امریکا کی بے وفائی نے عام افغان کو یہ پیغام دیا کہ طالبان سے دشمنی درست نہیں۔

۵- ایف بی آئی اور سی آئی اے نے طالبان اور القاعدہ کے ۶۰ راہنماؤں کی فہرست تیار کی۔ ان میں سے صرف ۱۲ گرفتار ہوسکے۔ یہ گرفتاریاں پاکستان کے تعاون سے ممکن ہوسکیں۔

۶- طالبان حکومت کے بعد بھی بم باری شہری ہلاکتوں کا سبب بنتی رہی۔

امریکی آپریشن کی حکمت عملی پر ایک ریسرچ پراجیکٹ کے تحت ایک تجزیہ تیار کیا گیا۔ اس میں کے جی کے ہیرنگ نے لکھا کہ آپریشن پایدار آزادی کامیاب نہ ہوسکا۔ افغانوں کے

دل و دماغ فتح نہ کیے جاسکے۔ امریکا بارودی سرنگیں بھی صاف نہ کرسکا۔ طالبان ختم نہ کیے جاسکے۔ عالمی حمایت میں کمی آتی گئی، جب کہ امریکا نے تمام تر فوجی و سفارتی وسائل استعمال کیے۔ اس تجزیے میں یہ کہا گیا کہ دہشت گردوں کے نیٹ ورک کو فوجی ذرائع سے توڑا نہیں جاسکتا۔

● **شہری ہلاکتیں:** اس سال مئی ۲۰۰۶ء میں ناٹو اور امریکی طیاروں نے حاجیان کے قریب ایک علاقے پر شدید بم باری کی اور دعویٰ کیا کہ ۵۰ سے زیادہ طالبان مارے گئے ہیں۔ اس واقعے کو دنیا بھر میں بہت شہرت ملی۔ ۵۰ طالبان کی ہلاکت ایک بڑی خبر تھی لیکن اس سے بڑی اصل خبر یہ تھی کہ طالبان کے بجاے عام شہری مارے گئے اور ان کی تعداد ۸۰ سے زیادہ تھی۔ یہ پنجوائی کا گاؤں تھا۔ اس جھوٹ کو ذرائع ابلاغ نے بے نقاب کیا۔ امریکی ذرائع ابلاغ نے طالبان کی ہلاکت کی خبر دی، کینیڈا، برطانیہ اور آسٹریلیا کے ذرائع ابلاغ نے تصاویر جاری کر دیں، جن سے صاف پتا چلتا تھا کہ خواتین اور بچے نشانہ بنے ہیں۔ افغانستان میں امریکی حکمت عملی کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ شہری ہلاکتیں بھی بنی ہیں۔ ان شہری ہلاکتوں پر ایک رپورٹ کارل کونیٹا نے تیار کی جس میں صرف ۳۰۰ افراد مارے جانے کے برطانوی انٹیلی جنس کے دعوے اور طالبان کی جانب سے ۱۶۰۰ شہری مارے جانے کے دعوے کا جائزہ لیا گیا۔ رپورٹ نے ان دونوں دعوؤں کو غلط قرار دیا اور کہا کہ محض ۱۰۰۰ سے لے کر ۱۳۰۰ شہری مارے گئے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ امریکا نے پانچ برسوں میں اس بم باری کو مسلسل جاری رکھا۔ ایک شادی کی تقریب پر بم باری کا بھی بہت چرچا ہوا۔ اس بم باری میں طالبان کی ہلاکتیں بہت کم رہیں۔ نیوز ویک نے اکتوبر ۲۰۰۶ء کے شمارے میں غزنی کے علاقے میں بم باری پر ایک رپورٹ شائع کی۔ اس کے مطابق امریکا نے دعویٰ کیا کہ ۳۸ طالبان مارے گئے، جب کہ صرف چار طالبان مارے گئے تھے۔ شہری ہلاکتوں نے افغان ردعمل کو مزید مشتعل کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور تباہی کے دہانے پر بیٹھے افغانوں کو قبروں میں منتقل کرنے کی حکمت عملی کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

● **طالبان کا ظہور ثانی:** طالبان نے ۲۰۰۵ء کو اپنے نئے ظہور کا ہدف بنایا تھا۔ طالبان کا دوبارہ ظہور اس بات کی علامت سمجھا گیا کہ 'آپریشن پایدار آزادی' ناکام ہو چکا ہے۔ نیوز ویک نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ اس کی ٹیم نے غزنی اور اس کے قریبی چھے صوبوں میں

کرزئی حکومت کا کوئی نشان بھی نہیں دیکھا۔ اس ٹیم کو ناٹو کمانڈر کی یہ بات بہت اچھی طرح سے یاد رہی کہ جہاں شاہراہ ختم ہوتی ہے وہاں سے طالبان شروع ہوتے ہیں۔ دن اتحادی فوجوں اور ناٹو کا ہوتا ہے اور رات طالبان کے اقتدار کے ساتھ آتی ہے۔ بہت سے ایسے علاقے بھی موجود ہیں جو دن میں بھی امریکی و اتحادی فوجوں کے لیے ممنوعہ علاقے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ طالبان نے سیکڑوں بے روزگار نوجوانوں کو بھی بھرتی کر لیا ہے۔ وہ پانچ ڈالر فی یوم تنخواہ پاتے ہیں اور یہ اچھی خاصی تنخواہ ہے۔ طالبان کے بارے میں امریکی، برطانوی اور دیگر ذرائع ابلاغ کا کہنا ہے کہ وہ سرمایے سے خالی نہیں ہیں۔ وہ حامد کرزئی حکومت سے زیادہ مال دار ہیں۔

طالبان کے ظہورِ ثانی کی ایک وجہ تباہ حالی سے نجات کا نہ ملنا بھی ہے۔ امریکا کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں پالیسی پلاننگ کے انچارج رچرڈ ہیس' نے ۲۰۰۲ء میں ہی کہہ دیا تھا کہ امریکا اب افغانستان میں تعمیرنو کا کام نہایت ہی محدود پیمانے پر کرے گا اور اس پر سختی سے عمل کرے گا۔ تعمیرنو کا عالم یہ ہے کہ افغانستان سے کیے جانے والے غیرملکی امداد کے وعدوں میں سے نصف بھی پورے نہیں ہوسکے۔ عالمی مالیاتی فنڈ کے اعداد و شمار کے مطابق فی افغان ۶۷ ڈالر فی سال امداد دی گئی، جب کہ بوسنیا میں یہ رقم ۲۴۹ ڈالر اور مشرقی تیمور میں ۲۵۶ ڈالر تھی۔ افغان حکومت ۲۷ ارب ڈالر طلب کررہی ہے، جب کہ اسے بون کانفرنس کے وعدے کے مطابق ۱۵ ارب ڈالر بھی نہیں مل سکے۔

یونوکال (Unocal) کی طالبان سے کش مکش نے بھی یہی پیغام دیا کہ افغان عوام کے لیے امریکی منصوبوں میں مفاد کا پلڑا امریکا کے حق میں ہی رہے گا۔ طالبان کے دور میں امریکی تاجروں اور صنعت کاروں نے اپنے دورے کے اختتام پر یہ رپورٹ دی تھی کہ یہاں سرمایہ کاری کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایسا ہی مشورہ سوویت یونین کے آنے سے قبل بھی دیا گیا تھا۔ اس پر امریکا نے افغانستان کو اپنے ایجنڈے سے خارج کر دیا تھا۔ جب امریکا کو سوویت یونین کو افغانستان میں لانے میں کامیابی ملی تو وہاں 'سرمایہ کاری' کا فیصلہ کیا گیا۔

گلبدین حکمت یار کو ایران میں پناہ ملنا اور کمانڈر اسماعیل کے ان سے پرانے گہرے تعلقات افغانستان میں ایک بظاہر نئے اور درحقیقت بہت پرانے عامل (factor) کی نشان دہی کرتے تھے۔ کمانڈر اسماعیل خان طالبان کا سب سے کٹر دشمن تھا۔ امریکا بھی طالبان کا دشمن تھا اور

ایران بھی۔ گویا طالبان، دشمن کے دشمن تھے۔ طالبان کو دشمن کے خلاف استعمال کرنے کا گُر ایرانیوں کو خوب آتا تھا اور انھوں نے اس کا استعمال بھی کیا۔ یہ بات خالی از دل چسپی نہیں ہوگی کہ جب افغانستان پر حملے کا آغاز ہوا تو وائٹ ہاؤس میں یہ خدشہ ظاہر کیا گیا کہ طالبان اور القاعدہ کے وہاں سے فرار ہونے کے بڑے راستے ایران اور پاکستان ہوں گے۔ اس لیے پاکستان کو ساتھ ملایا گیا۔ امریکا کے کہنے پر ایران نے اپنی ۷۰ ہزار افواج افغان سرحد پر لگا دیں۔ امریکا اور ایران کے درمیان رابطے خفیہ طور پر موجود رہے اور طالبان ان کا مشترکہ ہدف رہے۔ جنیوا، نیویارک اور لندن میں ایسے اجلاس ہوئے جن میں ایران، امریکا، برطانیہ اور اقوامِ متحدہ کے حکام شرکت کرتے رہے۔ دشمن کے دشمن سے بھی دشمنی کو پس منظر میں رکھ کر بہت سے کام کیے گئے۔ سابق برطانوی وزیرخارجہ جیک سٹرا نے ایران کا ان دنوں دورہ کیا اور امریکی مطالبات پیش کیے۔

امریکا نے کبھی کھل کر ایران پر طالبان کی حمایت کا الزام نہیں لگایا۔ اس کی وجہ درپردہ رابطے بھی تھے اور یہ حقیقت بھی کہ ایران بھی طالبان کا مخالف ہے۔ لیکن ایران امریکی حملے کے دنوں میں طالبان حکومت کو تیل دیتا رہا۔ واشنگٹن پوسٹ نے اس کی خبریں شائع کیں۔ امریکی کمانڈوز تیل کے قافلوں کو تباہ کرتے رہے۔ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رابطے بعد میں بھی رہے۔

اس وقت بھی طالبان افغانستان کے مختلف علاقوں میں سرگرمِ عمل ہیں۔ ان میں وہ اثرات بھی موجود ہیں جن کی جانب ہلمند، زابل، قندھار کے حکام اشارہ کرتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ایران کی انٹیلی جنس کے حکام اور ایرانی فوج کے جرنیل ان علاقوں میں کئی بار دیکھے گئے ہیں۔ وہ مبینہ طور پر طالبان کمانڈروں کو اسلحہ اور رقم دے کر جاتے ہیں۔ ایران نے ان دعوؤں کی کبھی تردید کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی ہے۔

● **طالبان کی سرگرمیاں:** طالبان نے ابتدائی دو سال سکون سے گزارے۔ انھوں نے ۲۰۰۳ء میں اپنی زندگی کا ثبوت دینے کے لیے موسم گرما کا انتخاب کیا۔ اس موسم گرما میں انھوں نے ایک نئی حکمت عملی اختیار کی۔ وہ ۵۰ ارکان تک کے گروہوں میں تقسیم ہو کر حملہ آور ہوتے۔ انھوں نے امریکی فوج کو آغاز میں نشانہ بنانے کے بجاے افغان فوجوں کے نسبتاً الگ تھلگ یونٹوں کو نشانہ بنایا۔ غیرملکی این جی اوز کے ایسے مراکز پر حملے کیے جو اِن کے خیال میں درپردہ دوسرے

کام بھی کر رہی تھیں۔ حملے کے بعد وہ فوری طور پر مختلف سمتوں میں منتشر ہو جاتے۔

ملا محمد عمر نے اس مزاحمت کو منظم کرنے کے لیے ۱۰ رکنی رہبر کونسل بنائی۔ طالبان کے پانچ آپریشنل زونز بنائے گئے۔ ہر زون کا ایک کمانڈر مقرر کیا گیا۔ اس سال' یعنی ۲۰۰۶ء میں ان گروہوں نے افغانستان کے جنوب اور مشرق میں، بالخصوص ہلمند، قندھار، زابل، غزنی، پکتیکا' پکتیا' خوست، کنڑ، لوگر اور نورستان میں کارروائیاں ہی نہیں کیں بلکہ وہ ان علاقوں میں عملی طور پر موجود رہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں امریکی اور ناٹو افواج موجود ہیں۔ اتحادی کمان اب ناٹو کے پاس ہے۔ چھوٹے شہروں، قصبات اور دیہات میں طالبان کی حکومت قائم ہے۔ آپریشن میڈوسا، آپریشن ماؤنٹین فیوری اور ایسے ہی کئی آپریشن ناکامی سے دوچار ہو چکے ہیں۔

● **کرائسس گروپ کی رپورٹ:** اس تذکرے کو مکمل کرنے سے قبل انٹرنیشنل کرائسس گروپ کی رپورٹ کا حوالہ ضروری ہے۔ اس رپورٹ میں سارا الزام پاکستان پر لگایا گیا ہے۔ اس تذکرے کے آغاز میں فارن افیئرز کے جس تجزیے کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں بھی بنیادی الزام پاکستان کو دیا گیا ہے۔ افغان مزاحمت کے ازسرنو منظم ہونے میں بنیادی کردار پاکستان کا نہیں' بلکہ وہاں کے مقامی حالات کا ہے۔ طالبان کے حملے پاکستان سے ملحقہ افغانستان کے سرحدی علاقوں سے دُور جگہوں پر بھی ہو رہے ہیں۔ اس رپورٹ میں ایران کے کسی کردار کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ ایک جانب دارانہ تجزیہ ہے۔

افغانستان میں امریکی حکمت عملی ناکامی سے دوچار ہے۔ جب تک افغانستان کو انسانوں کی سرزمین تسلیم نہیں کیا جاتا، وہاں کے بسنے والے غیرملکی قبضے کے خلاف ایسی ہی جدوجہد کرتے رہیں گے۔ برطانیہ وہاں سے ناکام ہو کر نکلا تھا' اب ناٹو کا حصہ بن کے گیا ہے اور سمجھتا ہے کہ سیاسی حل کے سوا دوسرا راستہ نہیں ہے۔ سوویت یونین بکھر گیا اور آج روس کنارے بیٹھا وہی تماشا دیکھ رہا ہے جو اس کی مداخلت کے ایام میں امریکا دیکھ رہا تھا۔ برزنسکی کے الفاظ میں پکنک منائی جارہی تھی۔ طالبان کے دوبارہ ظہور نے مقامی حالات سے قوت پائی ہے اور پکنک پر آنے والوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ جانے کا راستہ کھلا ہے' ورنہ نتائج اس سے بھی بھیانک ہوں گے۔